اس زندگی میں موت ہی مقدر ٹھہری

سعدیہ عابد

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

سعدیہ عابد

افسانہ

''اوہو...... بڑا آیا مولوی کہیں کا...... ابے! میں کہتا ہوں بس اسی کے دل میں درد ہے' صرف یہی عاشقِ رسولؐ ہے۔ ارے! ہم بھی اپنے رسولؐ کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبے ہوئے ہیں''۔

''آپ نے ٹھیک کہا بھائی شرافت! ہمیں بھی اپنے رسولؐ سے بڑی عقیدت ہے۔ توہینِ رسالت کے مرتکب ہونے والوں پر شدید غصہ ہے مگر ہم کر ہی کیا سکتے ہیں؟''

مولوی نیاز احمد نماز کے لیے گھر سے نکلے تھے' چونکہ اذان ہوئی نہیں تھی اور اُن کی عادت تھی کہ وہ اذان سے پہلے ہی مسجد چلے جایا کرتے تھے اور انتظار کرتے تھے۔ راستے میں ان کی نگاہ پان کے کھوکھے پر جمع لوگوں پر پڑی تھی' سلام دعا کے بعد انہوں نے خاکوں کی اشاعت پر مظاہرے کے طور پر ریلی نکالنے کی بات کی تھی اور مولوی نیاز کافی جذباتی ہو گئے تھے' اُن کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے' اذان ہونے لگی تو وہ آنسو صاف کرتے مسجد کی جانب بڑھ گئے اور اُن کے جاتے ہی وہ تبصرہ کرنے لگے تھے۔

''کر تو ہم بہت کچھ سکتے ہیں' ہمیں ریلی نکالنی چاہیے اور تمام غیر ملکی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ وہ نبیؐ جس نے اپنی امت کی خاطر اتنے ظلم وستم سہے' ہم اُن کی حرمت کی خاطر اتنا سا نہیں کر سکتے؟''

''ظفر میاں! ریلی نکالنے یا مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے سے توہینِ رسالت کے مرتکب ہونے والوں کو سزا مل جائے گی؟''

''ان کے لیے یہ سزا نہیں ہے' جو وہ کر رہے ہیں اُس کی سزا اگر ہم انہیں سرِعام کوڑے بھی برسائیں تو کم ہے لیکن ہم اُن بدبختوں کو سزا تو دور ایسا سوچ بھی نہیں رہے' کسی نے اسے حکومت کی ذمہ داری کہا ہے تو کوئی یہ سوچے بیٹھا ہے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ کیوں نہیں کر سکتے کیوں......؟ ہم روزگار کیلئے تو مارے مارے پھرتے رہتے ہیں' دولت کمانے کیلئے سات سمندر پار بھی چلے جاتے ہیں' تو کیا ہم اُس بدبخت کی سانسیں چھیننے کیلئے سفر اختیار نہیں کر سکتے......؟'' ظفر نعمان کا لہجہ بھیگنے لگا تھا۔ وہ 22 سال کا ایک جذباتی سا نوجوان جو شرافت پان والے کے پاس سگریٹ لینے آیا تھا اُس نے مولوی نیاز کا وعظ سنا تھا اور اُس کو یاد آیا تھا اس واقعہ کو دو دن ہو گئے ہیں' جب سے اس نے اپنے بابا کو چین سے سوتے یا کھاتے نہیں دیکھا' وہ بس سر جھکائے بیٹھے آنسو بہاتے رہتے تھے۔ اُسے اب سمجھ آیا تھا ایسا کیوں تھا۔ اس کے بابا مسجد کے امام تھے اور اماں حافظ قرآن۔ جو محلے کے بچوں کو قرآن پاک پڑھاتی تھیں اور وہ خود اُن کا اکلوتا بیٹا' گھر کے مذہبی ماحول کے باوجود معاشرہ میں پھیلی بے حیائی و بے راہ روی کا شکار ہو گیا تھا اور جب اُس کے بابا نے اس سے باز پرس کی تھی وہ گھر چھوڑ گیا تھا اور دو دن پہلے ہی تو اس لیے لوٹا تھا کہ ماں کے جتنے پیسے چرائے تھے وہ ختم ہو گئے تھے۔ امام صاحب اپنے ہی غم میں تھے کہ اس سے کچھ پوچھ ہی نہ سکے تھے۔

''شرافت چاچا! جتنے گناہگار وہ کافر ہیں اتنے ہی ہم بھی ہیں' ہمیں تو شرمندگی سے مر جانا چاہیے' کافروں نے ہم پر شب خون مارا ہے' ہمارے نبیؐ کی توہین کی ہے اور ہم اُن کے اُمتی' کتنے چین سے جی رہے ہیں۔ نہ ہماری بھوک مری نہ ہماری نیندیں روٹھیں' جبکہ ہم دنیا میں کھانے اور سونے کیلئے نہیں آئے۔ اللہ کی عبادت کرنے اور اسلام کو زندہ رکھنے کا کام ہمیں ہمارے اللہ نے سونپا ہے اور ہم رسولؐ

کے نام لیوا جب اُس نبی کی توہین کرنے والوں کا سر قلم نہیں کر سکتے تو تف ہے ایسی نام لیوائی پر' وہ رسولؐ اور ان کا خاندان جو اسلام کے نام پر قربان ہو گیا ہم اُسی رسولؐ کی خاطر کیا کر رہے ہیں؟ ہم مسلکوں میں بٹے کافروں کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ ہمارے نبی کو صرف دین کی فکر تھی اور ہم بیوی بچوں کو آسائشات دینے کی تگ و دو میں مبتلا' پانچ میں سے ایک وقت کی بھی نماز ادا نہیں کرتے اور جب ہم حقوق اللہ ہی پورے کرنے میں ناکام ہیں تو حقوق نبویؐ کیسے پورے کر پائیں گے؟ ہم صرف ماں ہونے' بیٹا ہونے' محبوب ہونے اور دوست ہونے کا حق نبھانے کی فکر میں رہتے ہیں' وہ حقوق بھول گئے جن کے سبب ہم بخشے جائیں گے۔ رسولؐ کے امتی ہونے کے سبب ہمیں بخشے جانے اور جنت میں جگہ مل جانے کی قوی امید ہے' پہ ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ ہم اس بخشش کے لائق بھی ہیں کہ نہیں۔ ہمارا اللہ تو ہمارا ہر چھوٹا بڑا گناہ بخش دے گا مگر کیا ہم اس اللہ کا سامنا کر سکیں گے کہ توہین رسالتؐ کی گئی اور ہم نے کچھ نہ کیا اور بڑی ڈھٹائی سے انہی رسالت مآب ﷺ کے وسیلے سے بخشے جانے کی امید کے ساتھ جائیں گے۔ ہم اس نبی کی امت کہلانے کے لائق نہیں ہیں اور یہ حق ہمارے سوئے ضمیر اور ہمارے دین سے بے پروائی کے سبب ہم سے چھینا ہے' لیکن اس کا ہمیں احساس نہیں ہے' ہم خوشیوں سے دامن بھرتے' آخرت کا سامان جمع کر رہے ہیں۔ دنیا کماتے آخرت سے دور ہو رہے ہیں۔ دنیا کی محبت میں غرق اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت ہی دلوں سے نکال بیٹھے ہیں۔ اللہ دل میں رہتا ہے اور جب دل صنم خانہ بن جائے تو دل پر سیاہی پڑ جاتی ہے۔ اللہ شہ رگ سے قریب ہو کر بھی محسوس نہیں ہوتا اور جب پیدا کرنے والا خالق محسوس نہیں ہوتا تو وہ کیسے محسوس ہو جس کی خاطر دنیا تخلیق ہوئی"۔ ظفر نعمان دلگرفتگی سے کہتا پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا' وہاں موجود ہر آنکھ پرنم تھی۔

"ظفر میاں! اٹھئے' آیئے ہم ظلم کے خلاف مل کر آواز اٹھائیں گے' توہین رسالتؐ کے مرتکبین کو سزا نہ دے سکیں تو انہیں یہ ضرور بتا دیں کہ محمدؐ کے نام لیوا آج بھی زندہ ہیں اور اپنے نبیؐ کی حرمت کی خاطر جان لے نہ سکے تو جان قربان کر سکتے ہیں۔ ہم حق و باطل میں فرق سمجھ گئے ہیں اور باطل کا ہم سر نیچا کر دیں گے' ہم اپنے نبیؐ کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیں گے"۔ شرافت پان والے کی آنکھیں بہہ رہی تھیں اور وہ پرعزم تھا' اس نے آگے بڑھ کر اپنا پان کا کیبن بند کیا تھا اور ظفر نعمان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے لوگ آگے بڑھنے لگے تھے۔ اللہ اکبر کے نعرے کے ساتھ وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے گورنر ہاؤس کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اُن چند لوگوں نے پیش قدمی شروع کر دی تھی' ان کے بس میں جتنا تھا وہ اتنا ہی کرنے چلے تھے' منزل دور تھی کہ قریب اس سے وہ لاعلم تھے اور اس قافلے کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ عزم سے توہین رسالتؐ کے مرتکبین کو سزا دینے کا مطالبہ لیے آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے یا نہیں مگر وہ جاگ گئے تھے اور جیسے وہ جاگ گئے تھے تمام اُمت مسلمہ جاگ جائے تو کافروں کو کہیں پناہ نہ ملے۔

وہ بڑے جذبے اور عقیدت سے نعرہ بلند کرتے آگے بڑھ رہے تھے کہ فضا میں عجیب سا شور بلند ہوا تھا' سارے جذبے چیتھڑوں کی صورت یہاں وہاں بکھر گئے تھے' حق بات کہنے نکلنے والے بے بسی کے عالم میں سڑک پر لاوارثوں کی طرح تڑپ رہے تھے۔ ہر جگہ بس ایک صدا تھی "گورنر ہاؤس سے 2 میل کے فاصلے پر خودکش بم دھماکا"

چند گھنٹے افراتفری رہی' اخبارات نے مرچ مسالا لگا کر خبریں شائع کیں' نیوز چینلز نے جائے وقوعہ کی خصوصی فوٹیج ٹی وی پر نشر کی' وزیراعظم نے بم دھماکا کی مذمت کی' صدر نے امداد کا اعلان کیا' لوگوں کو آپس میں مل بیٹھنے اور تبصرہ کرنے کا نادر موقع ہاتھ آ گیا اور زندگی ایک بار پھر معمول پر آ گئی۔ وہی بازار سج رہے ہیں' شادیاں ہو رہی ہیں' ہنسی قہقہے' وہی ہم کافروں کے سامنے کشکول پھیلائے کھڑے ہیں۔ سب کچھ ہے دنیا کی ہر نعمت ہمیں حاصل ہے' نہیں حاصل ہے تو وہ ہے سکون اور کیوں نہیں ہے اس سے ہم لاعلم تو نہیں ہیں کیونکہ ہم نے ایک بساط جمائی ہے اور بساط تو کبھی بھی الٹ سکتی ہے اور یہ زندگی ... کبھی بھی روٹھ سکتی ہے۔